مرزا احمد علی

شریعتِ اسلام اور منافعِ بینک

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہِ الّذین اصطفیٰ۔ فبعد قد قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فی کتابہِ المجید ولا تاکلوٓا اموالکم بینکم بالباطل ادارۂ ثقافت اسلامیہ میں کئی دنوں سے ربا پر گفتگو ہو رہی ہے۔ مجھے بھی یہاں مدعو کیا گیا تاکہ میں بھی اس میں حصہ لوں۔ مقصود سے پہلے چند باتیں بطور مقدمہ پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں اور سب کی خواہش یہی ہے کہ ہم مسلمان ہی رہیں اور بطور مسلمان ہی ترقی کی سب منزلیں طے کریں۔ مزید شکر یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں سب سے بڑی مسلم مملکت عطا فرمائی ہے جو دیگر مسلم حکومتوں سے خوشگوار تعلقات قائم رکھنے۔ اپنی رعایا کی خوش حالی اور ملک کی ہر طرح کی ترقی کے لیے پوری کوشش کر رہی ہے جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں بہت سی کمزوریوں کو دور کر دیا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ تھوڑے ہی وقت میں ہمارا ملک دنیا بھر کے ملکوں میں ممتاز حیثیت حاصل کرے گا اور اس کے باشندے دنیا بھر کی اقوام میں نامور مقام پائیں گے۔

دین و مذہب نے شروع ہی سے انسانوں کا ساتھ دیا ہے۔ جوں جوں انسانیت ترقی کرتی گئی اللہ کا دین بھی ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا اور انسان کو متمدن بناتا آیا۔ جب انسانیت حد کمال کو پہنچی تو دین بھی ترقی کی آخری منزل میں پہنچ گیا اور جیسے انسانیت کی ترقی ختم ہو گئی، دین کی ترقی بھی آخری نقطہ پر پہنچ گئی اور نبوت کی ترقی بھی تکمیل کو پہنچ گئی۔ اس لیے آخری ترقی یافتہ دین آخری ترقی یافتہ انسانیت کے لیے پورا اترا۔ اس دین کا لانے والا خاتم النبیین ہوا۔ یہ دین الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت الخ کا مصداق ہوا۔ اس کی کتاب لا یاتون بمثلہٖ کے نعرے لگاتی آئی۔ اب نہ کوئی نیا نبی ہوگا۔ نہ نیا دین آئے گا۔ نہ نئی کتاب آئے گی۔ نہ بالکل نئی شریعت ظاہر ہو گی۔ اس دین کی سب چیزیں آخری ہیں اور قیامت تک کے لیے ہیں۔ ان الدین عند اللہ الاسلام ۔ افغیر دین اللہ یبغون اسلام اللہ کے ہاں کا دین ہے۔ اس کی سب چیزیں اللہ کے ہاں کی ہیں۔ اس لیے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ کہے کہ اسلام

کے قوانین ناقص ہیں اور ان میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ یہ غیروں کی آواز ہے۔ یہ اپنے اصل سے مل جائیں اور مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں تو بہتر ہے۔ حقیقی اسلام نے بہ حیثیت دین کسی مذہب سے شکست نہیں کھائی اور نہ یہ اوروں کی امداد کا محتاج ہے۔

قرآن کریم قیامت تک کے لیے ہے اور اس میں قیامت تک کی ضروریاتِ انسانی کے لیے ہدایات کا مواد موجود ہے۔ لیکن ایسی جامع کتاب کو سمجھانے کے لیے اللہ نے سمجھانے والا اس کے ساتھ بھیجا اور اسے سب کچھ پڑھا کر بھیجا۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ جس فضل علم کو رب عظیم عظمت کا سہرا پہنائے۔ اس کی عظمت کی حد کو وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا کے اہل کہاں پہنچیں۔ اسی لیے رب عظیم نے ہدایت فرمائی۔ وَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ میرے محبوب میں نے اس قرآن کو تیری زبان سے آسان کر دیا ہے اور آپ کی امت پر خدا کا یہ احسان ہے کہ اس نے اپنے حبیبؐ کی حکمت کے پھول بھی گلدستوں میں سجا کر ہم تک پہنچا دیے اور ان پھولوں کی حفاظت کرنے والوں کی تاریخ علم رجال کی شکل میں ہم میں موجود ہے اور یہ فخر کسی اور مذہب کو نصیب نہیں ہوا۔ اہل کتاب کے چار راوی بھی اپنے مسیح کے نسب کے متعلق متحد نہیں اور ہمارے ہاں ضروریات دین بطور تواتر وارد ہیں۔ اور بڑی خوبی یہ ہے کہ سب سے پرانے دو فرقے شیعہ اور اہل سنت ضروریات دین میں متحد و متفق ہیں اور اہل سنت کے پیشوا صدر اول سے دور آخر تک اہل بیت نبوت سے خوشہ چینی کا اعلان اقتدینا نا علی ابن ابی طالب کے ذریعہ کرتے رہے۔

پاکستان کا تخیل ساز حضرت اقبالؒ بھی نعرہ زن ہوا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ — سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

اور اہل باطن کے صوفیائے کرام نے۔ ہر سلسلہ نا فی الطریقۃ علی ابن ابی طالب فرما کر اپنی طریقت کا صراط بتلایا اس لیے میں نہایت ادب سے طالبانِ تحقیق کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ ان قوانین کا بھی مطالعہ کریں جو بطریق اہل بیت وارد ہیں۔ اور جن کی نسبت قانون دانوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ بہت زیادہ حقیقت پسند ہیں۔ اس طریق میں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے جو ہر دور کے مسائل کو اصول سے استنباط کرنے کا ملکہ تامہ رکھتے ہیں۔ اب میں مقصود پر آتا ہوں۔

دین حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ہے اور شریعت کا آغاز حضرت نوح علیہ السلام سے ہوا۔ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا الخ شریعت بتدریج ترقی کرتی آئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام

کو پہلوں سے زیادہ جامع شریعت دی گئی۔ ہمارے نبیؐ کو ان کا مثیل کہا گیا نہ کلاًّ۔ لیکن بہت سی باتیں ملتی جلتی ہیں۔ اگرچہ فرق جزو کل کا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا اور توریت میں اس کی تصدیق یوں آئی I SHALL RAISE UNTO THEE A PROPHET LIKE UNTO MOSES FROM AMONGST THE BRETHREN. I SHALL PUT MY WORDS IN HIS MOUTH & HIM YE SHALL HEARKEN.

اس لیے دیکھنا چاہیے کہ موسوی شریعت میں "ربا" کے متعلق کیا احکام تھے۔ میں نے تین زبانوں کی بائیبل سے یہ احکام لیے ہیں تاکہ آپ کو مطالعہ میں آسانی ہو۔

۱۔ عہد نامہ قدیم۔ کتاب استثنا رباب ۲۳ درس ۱۹، ۲۰ — ۱۹۔ تو اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دیجو نہ نقد کے سود پر نہ غلہ جات کے سود پر نہ کسی چیز کے جس کی عاریت سود پر کی جاتی۔ تو اجنبی کو سودی قرض دے سکتا ہے پر اپنے بھائی کو سودی قرض مت دیجیو۔

۲۔ کتاب خروج باب ۲۲، درس ۲۷+۲۵+۲۵۔ اگر تو میرے لوگوں میں سے جس کسی کو جو تیرے آگے محتاج ہے کچھ قرض دیوے تو اس سے بیاجیوں کی طرح سلوک مت کر اور اس سے سود مت لے۔

۳۔ کتاب احبار باب ۲۵ درس ۳۸۔ ۳۵ اگر تمہارا بھائی تمہارے بیچ میں محتاج اور تہی دست ہو جائے تو تم اس کی دست گیری کرو خواہ وہ اجنبی ہو خواہ مسافر۔ . . . تو اس سے سود اور نفع مت لے . . . . . تو اسے سود پر روپیہ قرض مت دے۔

1- DEUTERONOMY - $\frac{23}{19}$ THOU SHALT NOT LEND UPON USURY TO THY BROTHER USURY OF MONEY, USURY OF VICTUALS, USURY OF ANYTHING THAT IS LENT UPON MONEY.

20. UNTO A STRANGER THOU MAYEST LEND UPON USURY, BUT UNTO THY BROTHER THOU SHALL NOT LEND UPON USURY.

2 - EXODUS 22:25 IF THOU LEND MONEY TO ANY

OF MY PEOPLE THAT IS POOR BY THEE, THOU SHALLT NOT BE TO HIM AS AN USURER, NEITHER SHALT THOU LAY UPON HIM USURY.

(3) LEVITICUS 25:35 AND IF THY BROTHER BE POOR ......

37 THOU SHALT NOT GIVE HIM THY MONEY UPON USURY, NOR LEND HIM THE VICTICALS BY INCREASE

36 – TAKE THOU NO USURY OF HIM OR INCREASE....

بیروت کے مطبع امریکانیہ کی سنہ ۱۹۰۶ء کی عربی بائیبل میں یوں ہے:

(۱) لا تقرض اخاك ربا: ربا فضة اور ربا طعام اور ربا شئی مما یقرض بربا۔
للاجنبی تقرض بربا ولاکن لاخیك لا تقرض بربا .....

(۲) ۲۲:۲۵۔ ان اقرضت فضة لتغنی الفقیر الذی عندك فلا تکن له کالمرابی ولا تضعوا علیه ربا۔

(۳) ۲۵:۳۵۔ واذا افتقر اخوك وقصرت یدہ عندك فاعضدہ غریبا او متوطنا۔ لا تاخذ منه ربا ولا مربحه

قرآن کریم میں ربا کا ذکر چار جگہ ہے ۳/۶ ، ۴/۵ ، ۶/۲ ، ۲۱/۴

ان میں سے ۶/۲ میں ارشاد ہے۔ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

یہودیوں کے ظلموں اور اللہ کے راستہ سے بھٹک جانے کی وجہ سے اور ان کے ربا لینے کی وجہ سے حالانکہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا اور ناحق لوگوں کے مال کھانے کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ پاک چیزیں حرام کر دیں جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں۔

ان کے سود لینے کا ذکر بائیبل کی کتاب نحمیاہ باب ۵ میں یوں ہے ـــ "اور میں نے امیروں اور سرداروں سے جھگڑا کیا اور انہیں کہا کہ تم لوگ ہر ایک اپنے اپنے بھائی سے سود لیتے ہو۔

پر میں تمہاری منت کرتا ہوں کہ ہم لوگ سود لینے سے ہاتھ اٹھا دیں۔

آج ہی کے دن ان کے کھیت... اور سود حصہ نقدی کا اور اناج .... جو تم نے ان سے لیا ہے انہیں پھیر دیجیو۔

تب انہوں نے کہا کہ ہم پھیر دیں گے اور ان سے کچھ نہ مانگیں گے۔

چونکہ انہوں نے پھر اس حکم کی مخالفت کی اس لیے ان پر عذاب آیا جیسا کہ ذیل میں وعید ہوئی تھی۔

حزقی ایل ۱۸: ۶۔ وہ انسان جو صادق ہے ۔۔۔۔ ۹۔ سود پر نہیں دیا یا کرتا۔

۱۱۔ پر جو راہ مارے: ۱۳ سود پر دیوے اور سود کھاوے وہ یقیناً مر جاتے گا اس کا لہو اس پر ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ موسوی شریعت میں اپنی ہی قوم کے حاجت مندی کے قرضوں پر ربا لینے کی اجازت نہ تھی۔ غیر یہودیوں سے ربا لینا جائز تھا۔ ان پر عذاب اس لیے آیا کہ وہ اپنے یہودی بھائیوں سے بھی ربا لینے لگے عربی بائیبل میں اس بڑھوتری کو "ربا" کہا گیا ہے۔ اور انگریزی میں اس کا ترجمہ یوزری ہی کیا گیا۔ یہ ربا شخصی تھا۔

قرآن میں چار جگہ ربا کا ذکر آیا ہے۔

أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَوا ... يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ... وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَوا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً

وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ۔

اللہ نے بیع کو حلال کیا اور ربا کو حرام کیا۔ اللہ ربا کو مٹاتا ہے اور صدقوں کو بڑھاتا ہے۔ اگر مومن ہو تو جو ربا باقی ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم نے نہ چھوڑا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ۔ اگر توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمہارے راس المال ہیں۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم ہو۔

ایماندارو! ربا دونے پر دونا نہ لیا کرو۔

اور جو کچھ تم ربا دو تاکہ لوگوں کے مال میں زیادہ ہو وہ اللہ کے نزدیک تو نہیں بڑھتا ہے۔

حضرت فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر ص ۱۵ج۲ میں ہے۔ الربٰو فی اللغة عبارة عن الزيادة يقال ربا الشيء يربوا ومنه قوله اهتزت وربت اي زادت واربى الرجل اذا عامل في الربٰوا۔

ربا لغت میں زیادتی، بڑھوتری کو کہتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں۔

ان الربٰوا قسمان ربا النسيئة وربا الفضل اما ربا النسيئة فهو الامر الذي كان مشهورا متعارفا في الجاهلية وذالك انهم كانوا يدفعون المال على ان ياخذوا كل شهر قدرا معينا ويكون راس المال باقيا ثم اذا حل الدين طالبوا المديون براس المال فان تعذر عليه الاداء زادوا في الحق والاجل فهذا هو الربوا الذي كانوا في الجاهلية يتعاملون به ربا دو قسم کا ہے ادھار کا ربا اور زیادتی کا ربا۔ ادھار کا ربا وہ ہے جو

زمانۂ جاہلیت میں مشہور و متعارف تھا اور وہ یہ تھا کہ وہ مال اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ وہ ہر مہینے ایک قدر معین دیتے رہیں۔ اور راس المال باقی رہے۔ جب قرض کی مدت پوری ہوتی تو دینے والا راس المال طلب کرتا۔ اگر لینے والے سے ادائیگی نہ ہو سکتی تو وہ حق اور مدت میں زیادتی کرتا۔ (پہلے ہر ماہ ربا لیتا۔ آخر زیادہ کرتا)

علامہ فرسی کی تفسیر مجمع البیان ص ۳۹۴ میں ہے۔ اما اھل الجاھلیۃ فانھم کانوا یربون بتاخیر الدین عن محلہ الی محل آخر بزیادۃ فیہ ولا خلاف فی تحریمہ اہل جاہلیت قرض کو اس کے محل سے دوسرے محل تک تاخیر کر کے اس پر زیادہ لے کر ربا لیتے تھے اور اس کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں۔

شرح وقایہ جلد ۲، ص ۵۰، حاشیہ ۷۔ لیس المراد مطلق الفضل والزیادۃ یقال ربی المال ای زاد و الظاھر انہ لیس المراد مطلق الفضل والزیادہ بالاجماع لان الاسواق فی بلاد المسلمین انما فتحت للاستفضال والاسترباح بل المراد منہ فضل مخصوص مطلق بڑھوتی مراد نہیں کیونکہ مسلمانوں کے شہروں کے بازار اور منڈیاں بڑھوتی اور فائدوں ہی کے لیے فتح ہوئے ہیں بلکہ اس بڑھوتی سے مراد خاص بڑھوتی ہے۔

خلاصۃً ربا کا لفظ پہلے بھی مستعمل تھا اور قرآن میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا۔ بائیبل اور قرآن کریم کے انگریزی تراجم میں ربا کے معنی USURY (یوزری) کیے ہیں۔ دیکھیے ترجمہ پادری سیل اور راڈویل پکتھال وغیرہ

کنسائس ڈکشنری میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں AN EXCESSIVE OR INORDINATE PREMIUM FOR THE USE OF MONEY BORROWED قرض لی ہوئی دولت کے استعمال کے غیر معمولی معاوضہ کو یوزری (ربا) کہتے ہیں۔

عرب کے ساہوکار، سرمایہ دار اور شخصی بینک

یہودی اور عیسائی عرب میں آباد تھے اور ان کا کام ساہوکارہ تھا۔ ان سے میل ملاپ کی وجہ سے عربوں میں بھی سرمایہ داری اور ساہوکاری آگئی۔ اور یہ بھی بیاجی ہو گئے۔ عربوں میں عیسائی عورتیں بھی آگئیں اور بنو عبدالشمس میں اہل کتاب عورتوں سے شادیاں ہوئیں اور جب بنو عبدالشمس شام پہنچے تو وہاں چونکہ اہل کتاب کثرت سے تھے اس لیے امیر شام نے ایک عیسائن سے شادی کر لی جس کا نام میسون تھا۔ اسی سے یزید پیدا ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امیر شام کا وزیر مال بھی ایک پادری سرجون تھا۔

ثقافت اسلامیہ کی کتاب " اسلام کا معاشی نظریہ" میں ص ۹۴ پر لکھا ہے کہ بالخصوص بنو امیہ نے اپنے دور حکومت میں شاہی خاندان کے افراد اور اپنے دوسرے حامیوں کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں۔ یہ سلسلہ حضرت عثمان رض کے زمانہ ہی سے شروع ہوگیا تھا لیکن حضرت امیر معاویہ اور بالخصوص یزید اور عبد الملک کے دور میں مسلمانوں میں جاگیر داری اور زمینداری کے فروغ کی کوئی حد نہیں رہی۔ ....

سواد کی سرزمین تقریباً پوری کی پوری قریش کی جاگیر بن گئی۔ یہاں تک کہ سعد بن العاص کہا کرتے کہ سواد قریش کی ذاتی ملکیت ہے۔ بنو امیہ کے خلفا حضرت امیر معاویہ۔ عبد الملک۔ ولید۔ ہشام اور ان کے والی مثلاً حجاج مسلمہ اور خالد قسری سب سے بڑے جاگیرداروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ ہشام اور اس کا عراقی گورنر خالد بن عبد اللہ قسری اتنے بڑے زمیندار تھے کہ وہ غلہ کے بھاؤ کو نہایت آسانی سے گھٹا بڑھا سکتے تھے۔ جب انہیں غلہ کی قیمت میں زیادتی سے فائدہ ہوتا تو اپنی جاگیروں کی زرعی پیداوار کو روک لیتے تھے اور جب یہ غلہ کا نرخ گھٹانا چاہتے تھے تو اپنی جاگیروں کی پیداوار کو اس کثرت سے بازار میں لاتے تھے کہ بھاؤ گر جاتا تھا۔

چونکہ پہلی صدی میں صرف بنو امیہ ہی جاگیر دار اور سرمایہ دار تھے اور یہود و نصاریٰ سے ان کے خاص روابط تھے اس لیے یہ لوگوں کو قرض پر روپے دیتے تھے اور لوگوں کی دولت بھی اپنے پاس امانت (DEPOSIT) رکھتے تھے۔ اس سے وسیع پیمانہ پر تجارت کرتے تھے۔ گویا یہ مجسم بنک ہوتے تھے۔ انہیں اس امر کی بھی ضرورت تھی کہ کچھ لوگ ایسے ہوں جو یہ پروپیگنڈہ کریں کہ لوگ حفاظت کے لیے اپنی نقدی ان کے پاس رکھا کریں۔ اور ان سے کچھ نہ لیں کیونکہ یہ ربا ہو جائے گا بلکہ انہیں حفاظت کے لیے کچھ ادا کیا کریں۔ یہی وجہ تھی کہ ان شخصی بنکوں میں رعایا کی تمام نقدی بند رہتی تھی۔ اور یہ اس نقدی سے تجارت کرکے دنیا کی دولت کو سمیٹا کرتے تھے۔ یہی قوم یورپ میں نارمنڈی تک پہنچ گئی۔ اور وہاں انہی کے نقوش راہ پر یورپ و امریکہ کا نیا معاشی نظام بنا۔ جس میں بنکنگ تجارت کا جزو لاینفک بن گیا اور حکومتیں بھی ان کی محتاج ہوگئیں۔ اور دنیا کی نقدی سمٹ سمٹ کر ان میں آگئی۔ یہی وجہ ہے کہ بنکنگ کی بہت سی اصطلاحات عربی الفاظ سے ماخوذ ہیں۔ یہ ساہوکار بنک بقول کتاب سود حصہ دوم، ص ۱۲۱ ملکوں کی قسمتوں سے کھیلتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں اپنے فائدے کے لیے قحط برپا کرتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں جنگ کراتے ہیں وغیرہ۔ سرمایہ داری کا ردعمل روس میں کمیونزم کی شکل میں ہوا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ بنک کا نفع جسے عام اصطلاح میں سود کہا جاتا ہے دونوں طبقوں

مشرق و مغرب میں قانوناً جائز قرار دیا گیا۔ اب اس کے بغیر نہ کوئی تجارت چل سکتی ہے۔ نہ کوئی کارخانۂ صنعت و حرفت۔ نہ کوئی جماعت نہ کوئی گھرانہ، نہ کوئی حکومت۔ چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما۔

غیر سودی نظام

یہ صرف اسلام نے پیش کیا ہے۔ لیکن چونکہ اب تمام ملکوں کی قسمتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اس لیے اب اکیلا کوئی ملک بھی غیر سودی نظام چلانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ایسا کرنے والا خود مٹ جائے گا۔ اور اس سے الگ ہونے والا اپنی ہستی کو فنا کر دے گا۔ نظام سرمایہ داری کے دو اجزاء ہیں (۱) سرمایہ داری۔ سرمایہ کی فراہمی۔ اس کی حفاظت۔ اس کی ترقی (۲) مزدوری۔ باوجودیکہ مزدور کے بغیر صنعت و حرفت کے کارخانے بیکار ہو جاتے ہیں مگر سرمایہ کی قوت دیکھیے کہ یہ مزدوروں کے مواجب خود مقرر کرتا ہے۔ یہ جب چاہتا ہے ان کے اکثر افراد کو بیکار کر دیتا ہے۔ لیکن مزدور کی کچھ پیش نہیں جاتی سود کے مٹانے سے کارخانہ ہی درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اور غیر سودی نظام کو کامیاب بنانے کے لیے عالمگیر قوت قاہرہ اور عالمگیر سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ کسی اکیلے ملک سے نہیں ہو سکتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ اصول جو شارع اسلام نے وضع کیے ہیں ان کی موجودہ معاشی نظام سے کچھ مطابقت اور موافقت ہو سکتی ہے۔ تبھی تو اسلام کی ہمہ گیری ثابت ہوگی۔ اسلام اکمل ادیان ہے۔ رسول آخری ؐ نے کسی بات کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ ہر ایک کے تفصیلی نقوش دکھلا دیے۔ نہ سمجھیں تو ہماری عقل کا قصور، ہمارے علم و فہم کی کمی۔

ربا کی جائز صورتیں

۱۔ فتاویٰ عبدالحی لکھنوی، ص $\frac{95}{3}$۔ دار الحرب میں نصاریٰ سے سود (ربا) لینا درست ہے۔ توضیح المسائل (شیعہ) ص ۹۱ ام میں بھی یہی ہے۔ نیز باپ۔ بیٹے۔ خاوند۔ بیوی۔ اور آقا غلام آپس میں بڑھوتی پر قرض لے دے سکتے ہیں۔

۲۔ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی لکھنوی، ص $\frac{95}{2}$ در عملداری نصاریٰ کہ اہل اسلام مبالغ نزد نصاریٰ جمع می سازند و سود آں از نصاریٰ مے گیرند و آں را وثیقہ مے نامند درست است (عیسائی حکومت میں مسلمان ان کے پاس روپے جمع کرتے ہیں اور ان سے سود لیتے ہیں یہ جائز ہے۔

۳۔ سود ص ۱۰۳ شاہ عبدالعزیز اس کے متعلق صریح فتویٰ فرما چکے تھے۔ الجمعیۃ میں بھی فتویٰ شائع ہو چکا تھا۔ دیوبند کے مفتی صاحب نے بنک کا سود لینے کا فتویٰ دیا تھا۔

ربا کی تعریف

۱- جامع الرضوی شرح شرائع الاسلام (شیعہ) ص ۲۰۹ - دربیان ربا و آں ثابت مے شود در قرض اما در بیع ثابت می شود بدو وصف یکے آنکہ در بیع از جنس مکیل یا موزون باشد دوم آنکہ ہماں جنس بیع و شرا نمایند یعنی دو فرد یک جنس را تبادلہ کنند و از یکے کم و از دیگرے زیادہ بدہند و در قرض ثابت مے شود باین طریق کہ جنسے را قرض دہد و شرط نفع نماید۔ (ربا ثابت ہوتا ہے قرض میں اس طرح کہ ایک جنس کو قرض دیں اور نفع کی شرط کریں اور بیع میں دو وصفوں سے ثابت ہوتا ہے (۱) کہ بیع ماپ یا تول کی جنس سے ہو اور (۲) اسی جنس سے خرید و فروخت ہو یعنی ایک جنس کے دو فردوں کا تبادلہ کریں اور ایک سے کم اور دوسری سے زیادہ دیں۔

۲- پہلے اجلاس کی روئداد کے ص ۲ پر قائد جماعت اسلامی کی زبانی ربا کی یہ تعریف لکھی ہے

WHEN SOMETHING IS LENT (EITHER MONEY OR ANY OTHER COMMODITY) FOR SOME FIXED PERIOD AND THE LENDER DEMANDS SOMETHING IN EXCESS ON THE ACTUAL CAPITAL (راس المال) FROM THE BORROWER IT WAS CALLED RIBA, WHICH ACCORDING TO THE QURAN, WAS AN ACT OF INJUSTICE (ظلم) - (جب کوئی چیز روپیہ یا جنس کسی مقررہ مدت کے لیے کسی کو قرض دی جائے اور قرض دینے والا قرض لینے والے سے اصلی راس المال سے زیادتی کا مطالبہ کرے تو اسے ربا کہتے ہیں جو قرآن کریم کی رو سے فعل ظلم ہے)

۳- جامع الرضوی ص ۲۲۶ اگر بشرط نفع قرض دہد نفع حرام است۔ اگر نفع کی شرط سے قرض دے تو وہ نفع حرام ہے۔

۴- سود حصہ دوم ص ۸۳ پر لکھا ہے کہ نفع کمانے کا یہ آخر کونسا معقول طریقہ ہے کہ میں ایک شخص کا شریک بننے کے بجائے اسے سو روپیہ قرض دوں اور اس سے کہوں کہ چونکہ تو اس رقم سے فائدہ اٹھائے گا اس لیے مجھے مثلاً ایک روپیہ ماہوار دیتا رہ الخ۔ ص ۸۴- مگر یہ اللہ کا بندہ جو نفع اپنے لیے طے کر چکا ہے وہ اسے جوں کا توں ماہ بماہ اور سال بسال ملتا رہے۔ ص ۸۱ تب کس دلیل سے اس شخص کو حق بجانب ٹھہرایا جائے گا جس نے ایک ادارے سے دس سال کے لیے اور دوسرے سے

بیس سال کے لیے ۱۹۴۹ء کی شرح کے مطابق سرمایہ کے متوقع منافع میں سے اپنا حصہ قطعی طور پر متعین کرا لیا تھا۔ ص ۱۲۴ جتنا روپیہ بھی کارکنوں کو ملا قرض کے طور پر ملا اور اس شرط پر ملا کہ خواہ ان کو نفع ہو یا نقصان ..... بہرحال ..... انہیں ایک طے شدہ شرح کے مطابق منافع دینا ہوگا۔

۵۔ مولانا محمد جعفر شاہ صاحب کی کتاب "کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت" ص ۲۵ پر لکھا ہے:

"فقہ کے اس متفقہ فیصلہ پر کہ اگر منفعت کی غرض سے کوئی قرض دیا جائے تو اس کا منافع ربٰو کہلائے گا۔"

اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فقہ کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اگر قرض دینے والا نفع کی شرط قرض دیتے وقت لگائے تب وہ زیادتی "ربا" ہے۔

۶۔ شرح الوقایہ، ص ۵۹/۳ باب الربوا هو فضل خال عن العوض شرط لاحد العاقدین فی المعاوضۃ ای فضل احد المتجانسین علی الآخر بالمعیار الشرعی ای الکیل او الوزن۔

۷۔ بخاری۔ باب اذا اقرضه الی اجل مسمی او اجله فی البیع فقال ابن عمر فی القرض الی اجل لا باس به وان اعطی افضل من دراهمه ما لم یشترط

(بخاری)

اسی طرح جامع الرضوی ص ۲۲۳ پر ہے کہ جائز ہے کہ ایک درہم اور ایک دینار کو دو دینار و دو درہم یا زیادہ پر بیچیں یہ ربا نہیں ..... جب اختلاف متحقق ہو تو بڑھوتی ربا نہیں۔ اسی طرح کے اور مسائل بیان کر کے لکھا ہے:

"لیکن در جمیع ایں امور باید کہ شرط در عقد نشود کہ اگر در اثنائے عقد شرط مذکورہ بعمل آید صحیح نیست" یعنی ان تمام امور میں چاہیے کہ عقد میں شرط نہ ہو۔ اگر اثناء عقد میں مذکورہ شرطیں عمل میں آئیں تو صحیح نہیں ہے۔

الغرض فیصلہ سنی اور شیعہ فقہاء کا یہ ہے کہ اگر قرض دینے والا قرض لینے والے سے یہ شرط کرے کہ وہ اس سے مثلاً دو روپیہ سینکڑہ سالانہ لے گا تو وہ سود ہوگا اور یہ ناجائز ہے۔ شرط کر کے بڑھوتی لینا ربا اور حرام ہے۔ لیکن بینکوں میں جو ڈیپازٹ کرائے جاتے ہیں اس میں امانت رکھنے والا بینک کے ساتھ زائد روپے لینے کی کوئی شرط نہیں کرتا اور نہ اسے روپیہ بطور قرض دیتا ہے بلکہ وہ تو اس میں امانت رکھتا ہے اور بینک خود اسے دیتا ہے۔ اور آج تک یہی ہوا کہ کسی بینکی کارروائی کرنے والے بینک

کبھی بھی نقصان نہیں ہوا اگر وہ دیانتداری سے کام کرتا رہا ہو۔ اس لیے جو رقم بنک خود دیتا ہے اسے ہم ممنوع یا ربا نہیں کہہ سکتے۔

غیر مشروط اضافہ

اب اگر کوئی بینک بغیر شرط ہی کے امانت رکھانے والے کو کچھ روپیہ اصل سے زیادہ دے تو اس بڑھوتی کا کیا حکم لگے گا۔

۱۔ جامع الرضوی، ص ۲۳۹ اگر بشرط نفع قرض بدہد نفع حرام است...... اگر بطریق تبرع و گذشتگی چیزے بدہد قرض کش بدون شرط یا عوضے کہ ادا کند دراں صفتے زیادہ تو دہ باشد در وقت قرض دادن شرط آں صفت نکند جائز است بشرط نفع (ربا) قرض دینا حرام ہے لیکن اگر قرض لینے والا بغیر شرطوں کے بطریق تبرع کچھ دیدے یا جو عوض دے اس میں کچھ زیادہ صفت ہو اور قرض دینے وقت دینے والے نے اس صفت کی شرط نہ کی ہو تو جائز ہے۔

۲۔ توضیح المسائل (شیعہ) ص ۲۶ ، ۲۲۷۳ ۔ اگر قرض دینے کے وقت اس کے ساتھ کوئی شرط نہ کرے لیکن پھر قرض خواہ کچھ مقدار زیادہ واپس کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ یہ مستحب بھی ہے کیونکہ قرض کی ادائیگی کے وقت کچھ زیادہ دینا اللہ کے نزدیک محبوب ہے۔

۳۔ ایضاً۔ ص ۵۵۸ ۔ ۲۸۰۶ وہ فائدے ، اور انعامات جو بینک ان اشخاص کو دیتا ہے کہ جن کا حساب ان میں ہوتا ہے۔ چونکہ وہ لوگوں کو تشویق دلانے کے لیے اپنی طرف سے دیتا ہے اور جس سے کسی کو ضرر کبھی نہیں پہنچتا حلال ہے۔

۴۔ مولانا محمد جعفر شاہ صاحب کی کتاب "کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت" ص ۸۹

عبداللہ بن عمرؓ نے خراب دراہم قرض لے کر اچھے دراہم واپس کیے اور فرمایا کہ یہ خوشدلی سے دے رہا ہوں (رواہ مالک)۔ حضورؐ نے خود عبداللہ بن عباس سے قرض لے کر زیادہ واپس کیا (رواہ ابو داؤد)۔

حضورؐ نے فرمایا۔ خیارکم محاسنکم بہتر طریقے پر قرض ادا کرنے والے زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔ (اس میں زیادہ واپس دینے کی ترغیب ہے (رواہ عن ابی ہریرہ)

شرعی اصول سے استنباط

چونکہ بینکوں میں امانت رکھانے والا روپیہ جمع کراتے وقت بینک سے کوئی شرط نہیں کرتا کہ

وہ اس سے اپنے جمع کردہ روپے پر اتنا فی صدی سالانہ لے گا۔ بلکہ بینک بطریق تبرع اور تشویق اسے راس المال پر کچھ زیادہ دیدیتا ہے۔ اس لیے اصول مذکور کے مطابق اس زائد رقم کا جمع کرنے والے کے لیے وصول کرلینا شرعاً جائز ہوا اور بینک کے لیے زائد دیدینا احادیث ذیل کی پیروی ہے۔

بخاری ص ۳۳۰۔ باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ (لا یخذلہ) المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ

ترمذی، ص ۴۹۹ باب ما جاء فی قبول ھدایا المشرکین ہدیے اور تحفے تو مشرکوں سے بھی قبول کر لینے چاہییں اور مسلمان تو مسلمان کا بھائی ہے۔ ہر مسلم کو چاہیے کہ اپنے مسلم بھائی کی مدد کرے۔ مومن مومن کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔

ترمذی، ص ۴۰۲ باب ما جاء فی الرخصۃ فی اکل الثمرۃ للمار بھا۔

حضور انور نے فرمایا کہ اگر کوئی کسی دیوار میں داخل ہو جائے تو اندر کے باغ کا پھل کھالے۔ بعض اہل علم نے رخصت دی ہے کہ اس میں سے پھل کھالے اور بعض نے قیمت کے بغیر کھانے کو مکروہ کہا ہے۔ یہ اہل سنت کا طریق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے باغ کا پھل بھی مسافر بغیر دام دیے کھا سکتا ہے فرق یہ ہے کہ بعض کے نزدیک بغیر قیمت دینے کے پھل کھانا مکروہ ہے لیکن حرام نہیں۔ اسے بھی اخوت اسلامی یا انسانی برادری کا فیض سمجھیے۔

مجموعہ فتاویٰ عبدالحی لکھنوی ص ۹۷/۳ در بیع سلم قرارداده شد که بفلاں ماه بحساب فی روپیہ چہل آثار گندم داده خواهد شد و نرخ بازار فی الحال بست آثار است این بیع درست است یا نہ۔

جواب۔ درست است۔ اگر گیہوں بازار میں ۲۰ سیر روپے کی ہو اور باہمی اقرار یہ ہو جائے کہ فلاں مہینے میں ۴۰ سیر روپے کی دی جائے گی تو یہ درست ہے۔ ص ۹۸/۳ اگر در بازار نرخ بحساب فی روپیہ بست آثار گندم است و شخصے بقرض بحساب فی روپیہ ہیجدہ آثار مے فروشد این بیع درست است یا نہ؟

جواب۔ بیع مذکور نافذ است اما مکروہ۔

اگر بازار میں گیہوں روپے کے بیس سیر ہیں اور ایک شخص قرض پر کسی کو روپے کے ۱۸ سیر بیچتا ہے تو یہ بیع نافذ ہے لیکن مکروہ ہے۔

سراجیہ باب البیع والشراء، ص ۴۷ —: اگر کوئی خوردنی اشیاء کا ذخیرہ رکھے۔

وباع بثمن فوق ما اجانۃ الوالی جاز البیع ۔۔۔ اور حکومت کے مقرر نرخ سے تعدی کرے اور زیادہ مال لے تو یہ بیع جائز ہے۔

توضیح المسائل، ص ۴۱۴۔ جب ایک جنس کو کسی دوسری جنس کے مقابلہ میں بیچا جائے تو اس میں زیادتی اور کمی کے لینے میں کوئی حرج نہیں لہذا اگر ایک من گندم کو دو من چاول سے فروخت کرے تو جائز ہے کیونکہ جنس مختلف ہے۔

ایضاً، ص ۴۲۵۔ جو شخص اس مال کی نقد فروخت کی قیمت جانتا ہو تو جب اسے ادھار پر اس سے مہنگی دی جائے اور اسے یہ کہا جائے کہ اس کی نقدی قیمت سے ایک آنہ فی روپیہ زیادہ یا کم ادھار لینے پر لوں گا اور وہ بھی قبول کرے تو یہ جائز ہے اور ایسا معاملہ صحیح ہے۔

اوپر کی مثالوں سے جو اہل سنت اور شیعہ ہر دو کے ہاں کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ادھار کی ہر زیادتی ممنوع نہیں کہ جو اصل کے ماتحت ہو وہ جائز ہے۔ یہی حال اس فائدہ کا ہے جو بینک اپنے گاہکوں کو امانتوں پر دیتا ہے۔

انگریزی راج میں جب کہ مسلمان ڈاک خانہ کے ڈیپازٹ اور سیونگ بینک اکاؤنٹ پر سود نہیں لیتے تھے تو انگریز سود کا روپیہ عیسائی مشن کو دیدیا کرتے تھے۔ اور وہ اسے مسلمانوں کو مرتد کرنے پر خرچ کیا کرتے تھے۔ اب ایک جماعت نے فتوےٰ دیا ہے کہ اس سود کو اشاعت اسلام پر صرف کیا جائے۔ لیکن اگر یہ ناجائز ہے تو اشاعت اسلام جیسی پاکیزہ مد پر صرف کرنے کے کیا معنی۔ بہرحال جب تک موجودہ نظام کارفرما ہے اور غیر سودی نظام قائم نہیں ہوتا۔ اصول شریعت کی ظاہری صورت یہی ہے کہ اگر کسی ملک کی حکومت جنگ کے لیے قرض مانگے تو سب رعایا کا فرض ہے کہ حکومت کو بلا امید نفع جنگی ضروریات کے لیے روپیہ دے۔

اگر حکومت پراجیکٹ کے لیے قرض مانگے تو بھی حکومت کو بلا شرط قرض دینے چاہئیں۔ اس پر اگر حکومت بطور خود کچھ زائد رقم عطا کرے تو اسے لینے میں عذر نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ ربا نہیں ہے۔ قرض دینے والے نے قرض دیتے وقت یہ شرط نہیں کی تھی کہ اس کو اتنا سینکڑہ سالانہ راس المال پر ملنا چاہیے اگر اس کی حرمت کا فتویٰ دیا جائے تو لوگ روپیہ نہ دیں گے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ تجارت اور صنعت و حرفت کو سخت صدمہ پہنچے گا۔ بلکہ ملک میں صنعت و تجارت اعلےٰ پیمانے پر کبھی چل ہی نہ سکے گی۔

شخصی ربا کی حرمت کے وجوہ

۱۔ تفسیر صافی۔ ص ۷۹۔ فی الکافی عن الصادق علیہ السلام انما حرم اللہ الربوا لئلا یمتنع الناس من اصطناع المعروف یعنی بالمعروف القرض۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود اس لیے حرام کیا تاکہ لوگ نیکی کرنے یعنی قرض حسن دینے سے رک نہ جائیں۔ یہ صورت حاجت مند حضرات کو قرض دینے ہی میں ہوتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں بغیر بڑھوتی کے قرض دینا بہت اچھا کام ہے۔ لیکن جو روپیہ تجارت اور صنعت میں خرچ ہوتا ہے اس سے چونکہ انہیں مالی فائدہ حاصل ہوتا ہے اس لیے انہیں قرض حسن دینے کے کوئی معنے ہی نہیں۔

۲۔ تفسیر رازی، ص ۳۵۲۔ وثانیھا قال بعضھم اللہ تعالیٰ انما حرم الربوا من حیث یمنع الناس عن الاشتغال بالمکاسب وذالک لان صاحب الدرھم اذا تمکن بواسطة عقد الربوا من تحصیل الدرھم الزائد نقدا کان او نسیة خف علیہ اکتساب وجہ المعیشة فلا یکاد یحمل مشقة الکسب والتجارة والصناعات الشاقة وذالک یفضی الی انقطاع منافع الخلق ومن المعلوم ان مصالح العالم لا تنتظم الا بالتجارات والحرف والصناعات والعمارات الیہ ... اللہ نے اس لیے حاجتمندانہ شخصی ربا حرام کیا کیونکہ یہ کسبوں میں مشغول ہونے سے روکتا ہے۔ کیونکہ اگر روپے والا ربا کی وجہ سے زائد روپیہ نقد یا ادھار کما سکے تو وہ تجارت اور مشکل صنعتوں میں مشغول ہونے کی مشقت نہیں اٹھائے گا اور اس طرح لوگ ان کاموں میں مصروف نہ ہوا کریں گے حالانکہ مصالح عالم تجارت، صنعت و حرفت اور عمارات کے بغیر منتظم نہیں ہوتے۔

یہی دلیل بینکوں میں روپیہ جمع کرنے کی تائید کرتی ہے کیونکہ یہ روپیہ تجارت، صنعت و حرفت اور عمارات پر خرچ ہوتا ہے جس سے ملک کی بے روزگاری دور یا کم ہوتی ہے۔ مزدوروں کو مزدوری ملتی رہتی ہے اور کارخانہ دار اس سے فائدے حاصل کرتے رہتے ہیں اور چونکہ اس طرح کے بینک اس انداز سے کاروبار چلاتے ہیں کہ انہیں گھاٹے کا امکان بہت کم ہوتا ہے اور اس سبب سے وہ جمع کنندگان کو بالکل اپنی ہی خواہش سے سالانہ کچھ نفع دینے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ مزدور کچھ یا کافی حد تک کام پر لگے رہتے ہیں اور اس سے تجارت، صنعت اور زراعت

کے کاموں میں خوب چہل پہل رہتی ہے۔ نقد مال بھی ایک جگہ پڑا نہیں رہتا بلکہ گردش کرتا رہتا ہے۔ اور باقی دنیا اس کا کافی فائدہ حاصل کرتی رہتی ہے۔ اس لیے اگر فائدہ اٹھانے والے اور اس سے تجارت کرنے والے بینک اپنے فائدہ کا کچھ حصہ بطریق تبرع امانت رکھانے والوں کو دیدیں تو اس سے چونکہ کسی کا بھی نقصان نہیں ہوتا اور امانت رکھنے والے روپیہ رکھتے وقت اس پر زائد لینے کی شرط بھی نہیں لگاتے اس لیے زائد روپیہ ممنوع ربا کے حکم میں نہیں آئے گا۔ اور امانت رکھانے والوں کے لیے اس کا لینا کسی طرح بھی نہ از روئے شریعت نہ قانونِ سیاست نہ قانونِ معیشت انشاء اللہ ممنوع نہ ہو گا۔

کمرشل انٹرسٹ یا تجارتی سود

مصنفہ شاہ محمد جعفر پھلواروی

ہمارے معاشرے میں کمرشل انٹرسٹ یا تجارتی سود کا مسئلہ عرصۂ دراز سے لاینحل چلا آ رہا ہے اور اہلِ علم کو ادھر توجہ کرنے کی نوبت ہی بہت کم آئی ہے۔ اور یہ مسئلہ ہے بھی بہت نازک کیونکہ ایک طرف سود (ربا) حرام ہے اور دوسری جانب ہر ملک کا کاروبار اسی پر چل رہا ہے۔ اس کتاب میں اس کے تمام نازک ترین گوشوں پر فاضلانہ بحث کی گئی ہے

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

سیاستِ شرعیہ

مؤلفہ رئیس احمد جعفری

دنیا بادشاہت، آمریت، جمہوریت، اشتراکیت اور اشتمالیت کے نظاموں کا تجربہ کر چکی ہے لیکن انسانیت کے دکھ کا مداوا کہیں نہیں ملتا۔ اسلام نے بھی اب سے چودہ سو برس پہلے ایک دستورِ حیات پیش کیا تھا جو دوسرے تمام نظاموں سے بالکل الگ اور منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ سیاستِ شرعیہ میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں اسی اجمال کی تفصیل ہے۔

قیمت پانچ روپے

ملنے کا پتہ:

سیکرٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور